

اسلام میں عدالتوں کا اختیار سماعت

سید نظیر الحسن گیلانی ☆

اسلامی نظامِ عدل ایسے عدالتی نظام کی حوصلہ افزائی کرتا ہے جو سہل، مفید، عادلانہ اور مقدمات کے جلد و بلا تاخیر تصفیہ کا ضامن ہو۔ اسی لیے اسلام نے عدالتی نظام کی ترتیب و تشکیل کے لیے کوئی ایسا تنظیمی ڈھانچہ تو متعین نہیں کیا جو زمان و مکان کی ضرورتوں کے مطابق تبدیل نہ ہو سکے، تاہم چند ایسے اصول وضع کر دیئے جن سے ہر دور کے تقاضوں کے مطابق عدالتی نظام کی تشکیل و ترتیب کے لیے راہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے۔ یہ اصول ریاست کا عدالتی نظام اس طرح سے ترتیب دینے کی طرف راہنمائی کرتے ہیں کہ یہ نظام پیچیدہ، مہنگا، ناشوں میں اضافے کا ذریعہ اور مقدمہ بازی کی حوصلہ افزائی کا باعث نہ ہو۔ مختلف عدالتوں کا محل وقوع، اوقات کار اور اختیار سماعت وغیرہ ان سے رجوع کرنے والوں کی ضرورتوں کے مطابق متعین و مقرر ہوں۔ عدالتی کارروائیاں کھلی اور عام ہوں، عدالتیں مختلف علاقوں کی آبادی کے تناسب سے قائم کی جائیں۔ عدالتی حکام کی تعداد اتنی ضرور ہو کہ انصاف کی بلا تاخیر فراہمی یقینی بن سکے اور ایسے مقدمات جن کے تصفیہ کے لیے خصوصی علم، تجربے اور مہارت کی ضرورت ہوتی ہے کا تصفیہ متعلقہ فن، پیشے یا کاروبار وغیرہ سے متعلق ماہرین ہی کریں تاکہ کسی قسم کی ناانصافی کا امکان باقی نہ رہے۔

چونکہ اسلامی ریاست کے ابتدائی سالوں میں معاشرتی تبدیلیوں اور سماجی پیچیدگیوں کے فقدان کے باعث عدالتی حکام کو ہر طرح کے مقدمات کا تصفیہ کرنے کے لامحدود اختیارات حاصل تھے، اس لیے اس دور کے فقہاء نے اسلام میں عدالتوں کے اختیار سماعت کے تحدید و تعین کے موضوع پر زیادہ نہیں لکھا تاہم بعد کے ادوار میں ریاست کی جغرافیائی حدود میں غیر معمولی اضافے، آئے روز نئی بستیوں کے آباد ہونے اور ریاست کے مختلف شہروں، قصبوں اور دیہاتوں کے درمیان فاصلے بڑھ جانے کی وجہ سے جب شہریوں کے لیے بروقت، سستے اور قابل رسائی انصاف کے حصول کے لیے مقدمات کی نوعیت، مالیت، مقدار، فریقین مقدمہ کی طبقہ واری، مذہبی و قومی بنیادوں پر تقسیم اور ریاست کے

☆ سیکرٹری، اسلامی نظریاتی کونسل، آزاد جموں و کشمیر

انتظامی علاقوں کی مختلف اکائیوں میں تقسیم کی اساس پر مختلف عدالتوں کا قیام ناگزیر ہو گیا تو فقہاء اسلام نے اس ضمن میں اسلامی قانون کا موقف بھی واضح کیا۔ فقہ اور آداب قضاء پر لکھی جانے والی مختلف کتب میں ”اختصاص قضائی“ کے عنوان سے زیر بحث لائے جانے والے اس موضوع کی تفصیل پیش خدمت ہے:-

اختصاص کی ”لغوی“ تعریف

فقہاء اختصاص کے لیے تخصص کا لفظ بھی استعمال کرتے ہیں جو لفظ تعیم کی ضد ہے اور ہر دو الفاظ کے معنی کسی چیز کے خاص کر دینے کے ہیں۔^(۱) قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ”یختص برحمته من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم“^(۲) بھی اسی معنی پر دلالت کرتا ہے۔

اختصاص کی اصطلاحی تعریف

فقہاء اسلام نے لفظ ”اختصاص“ کا اصطلاحی اطلاق ان ہی معنوں پر کیا ہے جو لغت میں اس لفظ کے لیے متعین ہیں۔ اس ضمن میں نبی اکرم ﷺ کا بعض امور میں جملہ انبیاء کرام کی نسبت اختصاص^(۳) عزت و بزرگی کے لحاظ سے بعض اوقات کا دیگر کسی نسبت اختصاص^(۴) اور اجر و ثواب کے لحاظ سے بعض مقامات کا دیگر کی نسبت اختصاص^(۵) اس لفظ کے اصطلاحی مفہوم کو آشکارا کرتے ہیں۔^(۶) اس طرح فقہاء کی عبارات سے اس لفظ کا اصطلاحی مفہوم یوں مترشح ہوتا ہے:-

”محل وقوع، وقت اور مقدمات کی نوعیت کے اعتبار سے قاضی کے اختیارات کی حدود کا مناسب تعین اختصاص قضائی ہے“^(۷)

شرعی جواز

عدالتوں کے اختیار سماعت تعین کرنے کا جواز حضور اکرم ﷺ کی سنت مطہرہ سے ثابت ہے۔ اس ضمن میں بعض احادیث بذیل ہیں:-

۱۔ حضرت عقبہؓ بن عامر الجعفی^(۸) روایت کرتے ہیں کہ میری موجودگی کے دوران دو اشخاص نے اپنا ایک مقدمہ حضور اکرم ﷺ کے پاس پیش کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ”عقبہ تم ان کے درمیان فیصلہ کرو“، میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! میں ان کے درمیان فیصلہ کروں حالانکہ آپ ﷺ خود بھی موجود ہیں؟ اس پر آپ نے فرمایا کہ تم ان کے درمیان فیصلہ کرو، اگر تمہارا فیصلہ درست ہو تو

تمہیں اس پر دس نیکیاں ملیں گی اور اگر غلط ہوا تو بھی ایک نیکی ضرور ملے گی،“ (۹)

۲۔ حضرت عمروؓ بن العاص (۱۰) روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے اپنے پاس پیش ہونے والے مقدمہ میں فریقین کی سماعت اور ان کے درمیان جہم لینے والے تنازعہ کے تصفیہ کا مجھے حکم دیا تو میں نے عرض کی کہ مجھے اس کا کیا صلہ ملے گا؟ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”اگر آپ نے ان کے درمیان درست فیصلہ کیا تو اس پر اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ کو دوگنا اجر ملے گا اور اگر آپ اپنی پوری کوشش کے باوجود درست فیصلہ نہ کر پائے تو بھی آپ اس کوشش پر اپنے اجر سے محروم نہیں رہیں گے،“ (۱۱)۔

ان ہر دو احادیث میں حضور اکرم ﷺ کا فریقین کے درمیان تصفیہ کے لیے حضرت عقبہؓ بن عامر اور حضرت عمروؓ بن العاص کا مامور فرمانا عدالت کا اختیار سماعت صرف معین اشخاص کے مقدمات تک محدود رکھنے کو ثابت کرتا ہے۔

۳۔ حضور اکرم ﷺ نے رہائشی حدود کے تعین میں ایک قبیلے کے درمیان پڑنے والے اختلاف کو نبٹانے کی ذمہ داری اپنے ایک صحابی حضرت حذیفہؓ بن الیمان کو تفویض فرمائی۔ اپنی اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کے بعد جب حضرت حذیفہؓ نے آپ ﷺ کو اپنے فیصلہ سے آگاہ کیا تو آپ نے اسے درست قرار دیتے ہوئے آپ کے لیے دعا فرمائی،“ (۱۲)۔

اس حدیث پاک میں حضور اکرم ﷺ کا رہائشی حدود کے تعین کے ضمن میں متعلقہ قبیلے کے درمیان پڑنے والے اختلاف کو دور کرنے کے لیے حضرت حذیفہؓ بن الیمان کا مامور فرمانا عدالت کا اختیار سماعت صرف خاص نوعیت کے مقدمات تک محدود رکھنے کو ثابت کرتا ہے۔

۴۔ حضور اکرم ﷺ نے غزوہ موتہ میں اسلامی لشکر کی قیادت کی ذمہ داری حضرت زید بن حارثہؓ (۱۳) کو سپرد کرتے ہوئے یہ حکم دیا کہ اگر زیدؓ شہید ہو جائیں تو جعفرؓ (۱۴) لشکر کی قیادت سنبھال لیں اور اگر جعفرؓ بھی شہید ہو جائیں تو عبداللہؓ بن رواحہ (۱۵) یہ ذمہ داری نبھائیں۔ (۱۶)

اس حدیث پاک میں حضور اکرم ﷺ نے غزوہ موتہ کے لیے بھیجے جانے والے اسلامی لشکر کے لیے حضرت جعفرؓ کی قیادت کو حضرت زیدؓ بن حارثہ اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کی قیادت کو حضرت جعفرؓ کی شہادت سے مشروط فرمایا جس سے حاکم مجاز کے لیے کسی بھی منصب کو کسی خاص شرط سے مشروط کرنے کے جواز کے علاوہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ حاکم مجاز کے وکیل کی حیثیت سے عدالتیں ان حدود و قیود کی پابند ہیں جو حاکم مجاز ان کے لیے مقرر کرتا ہے۔ لہذا حاکم مجاز مقدمات

کی نوعیت، مالیت، مقدار، فریقین مقدمہ کی طبقہ واری، مذہبی و قومیتی بنیادوں پر تقسیم اور ریاست کے انتظامی علاقوں کی مختلف اکائیوں میں تقسیم کی اساس پر مختلف عدالتوں کے اختیار سماعت مقرر کرنے کا مجاز ہے۔

۵۔ اسلامی ریاست کے اولین سربراہ کی حیثیت سے حضور اکرم ﷺ نے خلیفہ چہارم حضرت علیؓ بن ابی طالب (۱۷) حضرت معاذؓ بن جبل (۱۸) اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ (۱۹) کو یمن کے مختلف علاقوں اور حضرت عتابؓ بن اسید (۲۰) کو مکہ مکرمہ میں عدالتی ذمہ داریاں تفویض فرمانے کے علاوہ مختلف اوقات میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ (۲۱)، حضرت زیدؓ بن ثابت (۲۲) اور حضرت معقلؓ بن یسار (۲۳) کو بھی یہ ذمہ داری تفویض کی۔ آپ ﷺ کے بعد خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اسلامی ریاست کی حدود میں غیر معمولی وسعت کے نتیجے میں ریاست کی مختلف اقالیم و ولایات میں عدالتیں قائم کیں اور بعض خاص نوعیت کے مقدمات کو نبٹانے کے لیے خاص عدالتوں کا قیام بھی عمل میں لایا۔ آپؐ اور آپ کے بعد خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کا یہ فعل عدالت کا اختیار سماعت کسی خاص علاقے یا بعض مخصوص مقدمات تک محدود رکھنے کے جواز پر دلالت کرتا ہے۔ علاوہ ازیں بعد کے ادوار میں اسلام کے عدالتی نظام میں ہونے والے اس طرح کے توسیع و تطور کی کسی بھی اہل علم نے مخالفت نہیں کی، جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عدالتوں کے اختیار سماعت کا تحدید و تعیین ایک اجتہادی معاملہ ہے اور حکومت شرعی اصول و ضوابط کا پاس رکھتے ہوئے معاشرے کی بدلتی ہوئی ضرورتوں کے تحت عدالتی نظام کو ایسی کوئی بھی شکل دے سکتی ہے جو مفاد عامہ کے لیے ناگزیر ہو۔

فقہاء اسلام نے عدالتوں کے اختیار سماعت کو زمان و مکان کی ضرورتوں اور وقت و حالات کے تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کے لیے اختیار سماعت کی بذیل صورتوں کو زیر بحث لایا ہے:-

- ۱۔ اختیار سماعت بلحاظ نوعیت مقدمات،
- ۲۔ اختیار سماعت بلحاظ موضوع مقدمات،
- ۳۔ اختیار سماعت بلحاظ مالیت مقدمات،
- ۴۔ اختیار سماعت بلحاظ فریقین مقدمات،
- ۵۔ اختیار سماعت بلحاظ حدود ارضی،
- ۶۔ اختیار سماعت بلحاظ محل وقوع عدالت،
- ۷۔ اختیار سماعت بلحاظ اوقات زنی،
- ۸۔ اختیار سماعت بلحاظ تقلید مسلکی۔

۱۔ اختیار سماعت بلحاظ نوعیت مقدمات

فقہاء اسلام نے مقدمات کی نوعیت کے لحاظ سے عدالتوں کے اختیار سماعت کے تحدید و تعین کو ”اختصاص نوعی“ کا نام دیتے ہوئے حاکم مجاز کے لیے یہ جائز قرار دیا ہے کہ وہ مقدمات کی نوعیت کے لحاظ سے مختلف عدالتوں کے اختیار سماعت کا تحدید و تعین کرے، جیسے دیوانی، فوجداری، عالی، تجارتی، پیشہ ورانہ اور انتظامی تنازعات وغیرہ کے تصفیہ کے لیے الگ الگ عدالتیں قائم کی جائیں اور ہر عدالت صرف انہی مقدمات کی سماعت کی مجاز ہو جو اس کے لیے محدود و معین ہوں۔ (۲۳) حضور اکرم ﷺ اور آپ کے بعد خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ادوار میں اسلامی ریاست کے مختلف امور کی انجام دہی کے لیے مقرر کیے جانے والی بیشتر عمال حکومت کے اپنے منصب سے متعلق فرائض محدود و معین ہوتے تھے اور ہر عامل اپنے اختیارات کے استعمال میں ان حدود کا پابند ہوتا تھا، (۲۴) اسی لیے مقدمات کی نوعیت کے لحاظ سے مختلف عدالتوں کے اختیار سماعت کے تعین پر کسی بھی اہل علم نے کبھی اعتراض نہیں کیا۔ علامہ ابوالحسن الماوردی (۲۶) فرماتے ہیں: ”مقدمات کی نوعیت کے لحاظ سے عدالت کے اختیار سماعت کے تعین مثلاً لین دین اور شادی بیاہ سے متعلق معاملات کے لیے الگ، اقرار کی بناء پر فیصلہ اور شہادات کی بناء پر فیصلہ جات کے لیے الگ اور مقدمہ کی مالیت کے لحاظ سے الگ قاضی مقرر کرنا بالکل جائز ہے اور ایسی صورت میں قاضی مقرر شدہ حد سے تجاوز نہیں کر سکے گا“۔ (۲۷) علامہ ابن قیم الجوزیہ (۲۸) رقمطراز ہیں: ”دائرہ کار کے لحاظ سے کسی بھی منصب کا عموم و خصوص اس منصب پر تقرر کے وقت استعمال ہونے والے الفاظ، موقع محل کی مناسبت اور مقامی عرف پر مبنی ہوتا ہے اور شریعت میں اس کی کوئی حد مقرر نہیں۔ چنانچہ بعض مقامات اور اوقات کی مناسبت سے قاضی کے اختیارات میں وہ امور بھی شامل ہوتے ہیں جو عام حالات میں لشکر کے قائد کے لیے مختص ہیں۔ اصل میں تمام مناصب دینی مناصب ہیں اور جو کوئی اپنے اختیارات کے استعمال میں حسب الامکان اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت اور اپنے علم و عدل کے ذریعہ انصاف برتے گا وہ نیکو کاروں میں سے ہو گا اور جو کوئی اپنے اختیارات کے استعمال میں ظلم و جہل سے کام لے گا وہ بدکاروں اور ظالموں میں سے ہوگا“۔ (۲۹)۔

”الشرح الکبیر علی مختصر خلیل“ میں مالکیہ کا موقف اس طرح بیان ہوا ہے: ”حاکم مجاز کے لیے مختلف ایسے قاضی مقرر کرنا درست ہے جن میں سے ہر ایک مخصوص قسم کے مقدمات کا فیصلہ کرنے میں اس طرح سے باختیار ہو کہ اس کا فیصلہ کسی دوسرے قاضی کی تائید و توثیق سے مشروط

۲۔ اختیار سماعت بلحاظ موضوع مقدمات

فقہاء اسلام نے مقدمات کے موضوع کے لحاظ سے عدالتوں کے اختیار سماعت کے تحدید و تعین کو ”اختصاص موضوعی“ کا نام دیتے ہوئے حاکم مجاز کے لیے جائز قرار دیا ہے کہ وہ موضوع کے اعتبار سے عدالتوں کے اختیار سماعت کا تحدید و تعین کرے۔ جیسے دیوانی، فوجداری، عائلی، تجارتی اور عسکری امور کے لیے الگ الگ عدالتیں قائم کرے۔ ایسی صورت میں عدالت کا دائرہ کار صرف ان مقدمات کی سماعت تک محدود ہوگا جو متعلقہ موضوع سے متعلق ہوں، (۳۱) اسلام کی عدالتی تاریخ میں نکاح اور اس سے متعلق معاملات جیسے مہر اور نان و نفقہ وغیرہ کے تصفیہ کے لیے ”قضاء المناکحات“ دہشت گردی اور تخریب کاری سے متعلقہ مقدمات کے تصفیہ کے لیے ”قضاء الاحداث“ فوجداری مقدمات کے لیے ”قضاء الجراح“ خانہ بدوش قبائل کے درمیان جنم دینے والے تنازعات کے تصفیہ کے لیے ”قضاء المیاء“ اور اس طرح بعض دیگر ایسی عدالتوں کا وجود ملتا ہے جن میں سے ہر ایک کا اختیار سماعت صرف کسی خاص موضوع سے متعلق مقدمات تک محدود تھا۔ (۳۲) محمد بن عبداللہ الحارثی (۳۳) فرماتے ہیں، ”حاکم مجاز کے لیے درست ہے کہ وہ موضوع مقدمہ کے اعتبار سے مختلف قاضی مقرر کرے، جیسے نکاح اور اس سے متعلق امور کا قاضی، فوج سے متعلق امور کا قاضی، پانی سے متعلق کا قاضی وغیرہ“۔ (۳۴) علامہ ابن قدامہ (۳۵) رقمطراز ہیں: ”حاکم مجاز کے لیے کسی ایک شہر میں دو، تین یا اس سے زیادہ قاضی مقرر کر کے ان میں سے ہر ایک کا اختیار سماعت مقدمات کے موضوع کے اعتبار سے مقرر کرنا، جیسے امور نکاح سے متعلق مقدمات کا تصفیہ کسی ایک کے سپرد کرنا، مالی معاملات میں پڑنے والے تنازعات کی سماعت کا اختیار کسی دوسرے کو دینا، غیر منقولہ جائیداد سے متعلق مقدمات کے تصفیہ کی ذمہ داری کسی تیسرے کو تفویض کرنا درست ہے“۔ (۳۶)

۳۔ اختیار سماعت بلحاظ مالیت مقدمات

فقہاء اسلام نے مقدمات کی مالیت کے لحاظ سے عدالتوں کے اختیار سماعت کے تحدید و تعین کو ”اختصاص قیمی“ کا نام دیتے ہوئے حاکم مجاز کے لیے یہ جائز قرار دیا کہ وہ مقدمات کی مالیت کے اعتبار سے عدالتوں کے اختیار سماعت کا تحدید و تعین کرے۔ چنانچہ اگر مفاد عامہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے زمان و مکان کی بدلتی ہوئی ضرورتوں کے مطابق مالیت کے لحاظ سے کسی عدالت کا دائرہ سماعت

متعین ہو تو وہ صرف ان معاملات کے تصفیہ کی مجاز ہوگی جو مقررہ مالیت کے اندر ہوں گے۔ علامہ ابوالحسن الماوردیؒ معروف شافعی فقیہ ابو عبد اللہ الزبیریؒ (۳۷) کے حوالہ سے لکھتے ہیں: ”بصرہ میں ہمارے امراء ایک عرصہ سے شہر کی بڑی مسجد میں ایک قاضی مقرر کرتے چلے آ رہے ہیں جسے ”قاضی المسجد“ کے نام سے جانا جاتا ہے اور جس کا اختیار سماعت صرف دو سو درہم، بیس دینار یا اس رقم سے کم مالیت کے حامل مقدمات تک محدود ہے“ (۳۸)، علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں: ”حاکم مجاز کے لیے مقدمات کی مالیت کے اعتبار سے قاضی کے اختیار سماعت کا تعین درست ہے، جیسے اسے یہ ہدایت کی جائے کہ وہ ایک سو یا اس سے کم مالیت کے مقدمات ہی سن سکتا ہے، ایسی صورت میں مقررہ مالیت سے زیادہ کے معاملات اس کے دائرہ کار سے باہر ہوں گے اور ان میں اس کا فیصلہ قابل نفاذ نہیں ہوگا“۔ (۳۹)

۴۔ اختیار سماعت بلحاظ فریقین مقدمات

فقہاء اسلام نے مقدمات کے فریقین کے لحاظ سے عدالتوں کے اختیار سماعت کے تحدید و تعین کو ”اختصاص بالنظر لاشخاص النصوصہ“ کا نام دیتے ہوئے حاکم مجاز کے لیے یہ جائز قرار دیا ہے کہ وہ فریقین مقدمات کے اعتبار سے عدالتوں کے اختیار سماعت کا تحدید و تعین کرے، جیسے سرکاری ملازمین، صنعتی کارکنوں اور فوجی اہلکاروں وغیرہ کے لیے الگ الگ عدالتیں قائم کرے۔ ایسی صورت میں عدالت کا دائرہ کار صرف ان مقدمات کی سماعت تک ہی محدود ہوگا جو متعلقہ فریقین سے متعلق ہوں۔ (۴۰) جبکہ احد میں یہود بنو قریظہ کی بدعہدی کے مقدمہ کی سماعت کے لیے حضور اکرم ﷺ کا اپنے ایک صحابی کو فیصلہ کی ذمہ داری سونپنا (۴۱) اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ حاکم مجاز فریقین مقدمہ کے لحاظ سے عدالتوں کے اختیار سماعت کا تعین کر سکتا ہے۔ اسلام کی عدالتی تاریخ میں فوج کے اہلکاروں کے درمیان پیدا ہونے والے تنازعات کے تصفیہ کے لیے ”قضاء العسکر“ اور موسم حج کے دوران حجاج بیت اللہ کے درمیان جنم لینے والے تنازعات کو طے کرنے ”قضاء الרכب“ اور اس طرح بعض دیگر عدالتوں کا وجود ملتا ہے جن میں سے ہر ایک کا دائرہ کار معاشرے کے صرف کسی خاص طبقہ کے مقدمات کی سماعت تک محدود تھا۔ (۴۲)

۵۔ اختیارات سماعت بلحاظ حدود ارضی

فقہاء اسلام نے علاقائی حدود کے لحاظ سے عدالتوں کے اختیار سماعت کے تحدید و تعین کو ”اختصاص مکانی“ کا نام دیتے ہوئے حاکم مجاز کے لیے یہ جائز قرار دیا ہے کہ وہ علاقائی حدود کے لحاظ سے عدالتوں کے اختیار سماعت کا تحدید و تعین کرے۔ جیسے عدالت کا اختیار سماعت کسی خاص علاقے یا کسی علاقے کے کسی خاص حصے کے لیے مقرر کر دے، ایسی صورت میں عدالت کا دائرہ کار صرف ان مقدمات کی سماعت تک محدود ہوگا جن کا تعلق اس علاقے کی جغرافیائی حدود سے ہوگا۔ دیگر شہر، قصبے اور گاؤں وغیرہ اس کے دائرہ کار سے باہر رہیں گے اور جغرافیائی حدود کے لحاظ سے اس کے دائرہ کار کے تحدید و تعین کے بعد ان حدود سے باہر رہنے والوں کے لیے اس کا فیصلہ قابل نفاذ نہیں ہوگا۔ (۳۳) حضور اکرم ﷺ نے فتح مکہ کے بعد حضرت عتابؓ بن اسید کو خاص اہل مکہ کے لیے یہ ذمہ داری تفویض کی (۳۴) حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح (۳۵) کو خاص اہل نجران کے لیے مامور فرمایا۔ (۳۶) یمن کو دو انتظامی اکائیوں میں تقسیم فرماتے ہوئے ایک حصہ کے لیے حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ (۳۷) اور دوسرے کے لیے حضرت معاذؓ بن جبل کو یہ ذمہ داری تفویض فرمائی۔ آپ ﷺ کے بعد خلفاء راشدینؓ نے اسلامی ریاست کے شہریوں کے لیے آسان، سہل، سستے اور قابل رسائی انصاف کے حصول کو یقینی بنانے کی خاطر مختلف شہروں، قصبوں، گاؤں اور محلوں وغیرہ کے لیے ضرورت کے مطابق عدالتیں قائم کیں۔ (۳۸) اسی لیے علاقائی حدود کے لحاظ سے عدالتوں کے اختیار سماعت کی تحدید و تعین پر کسی بھی اہل علم نے کبھی اعتراض نہیں کیا۔ (۳۹) علامہ ابوالحسن الماوردیؒ فرماتے ہیں: ”حاکم مجاز کے لیے یہ لازم ہے کہ وہ یہ ذمہ داری تفویض کرتے وقت پروانہ قضاء میں اس علاقے کی تصریح کر دے جس کے لیے قاضی کی تقرری عمل میں لائی جا رہی ہے۔ اس لیے کہ علاقائی حدود کے لحاظ سے قاضی کے اختیار سماعت کا مجہول ہونا درست نہیں۔“

فقہاء اسلام نے جس طرح علاقائی حدود کے لحاظ سے عدالتوں کے اختیار سماعت کے تحدید و تعین کو جائز قرار دیا ہے اسی طرح متعلقہ عدالت کا دائرہ کار اس علاقے کے مستقل اور عارضی ہر دو مکینوں یا صرف مستقل اور یا صرف عارضی مکینوں کے مقدمات کی سماعت تک محدود رکھنے کو ہی درست قرار دیا ہے۔ ایسی صورت میں عدالت حاکم مجاز کی طرف سے اپنے لیے محدود و معین دائرہ کار کی پابند ہوگی۔ علامہ ابوالحسن الماوردیؒ فرماتے ہیں: ”کسی خاص علاقے یا محلے کے تمام معاملات کے لیے کسی کو قاضی مقرر کیا جا سکتا ہے۔ ایسی صورت میں قاضی صرف اس خاص علاقے یا محلے کے عارضی یا مستقل مکینوں کے معاملات ہی سن سکے گا، اس لیے کہ عارضی قیام پذیر بھی مستقل قیام پذیر کی طرح

ہی ہوتا ہے، الا یہ کہ اسے صرف مستقل یا صرف عارضی کمینوں کے مقدمات کی سماعت کے لیے ہی مقرر کیا گیا ہو تو وہ اس کے مطابق عمل کرنے کا پابند ہوگا، (۵۰)۔

علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں: ”کسی خاص علاقے سے متعلق ہر قسم کے مقدمات کے لیے بھی قاضی کا تقرر ہو سکتا ہے۔ ایسی صورت میں وہ متعلقہ علاقہ کے مستقل اور عارضی تمام کمینوں کے لیے فیصلہ کر سکے گا،“ (۵۱)۔ اسی طرح کی عبارات ”الاقناع“ اور فقہ کی دیگر معتبر کتب میں بھی موجود ہیں۔ (۵۲) جن سے فقہاء اسلام اس امر کی وضاحت کرتے ہیں کہ چونکہ پوری اسلامی ریاست میں ہر قسم کے مقدمات کی سماعت کا اختیار کسی ایک ہی عدالت کو تفویض کرنے سے شہریوں کے لیے انصاف کا حصول ناممکن ہو جاتا ہے اور اس طرح لوگ بے پناہ اخراجات اور تکلیف دہ سفر کے باعث عدالت کا رخ کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ اس لیے حاکم مجاز کا یہ فرض ہے کہ وہ مفاد عامہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنی ریاست کے تمام علاقوں کے لیے الگ الگ عدالتوں کا قیام عمل میں لائے تاکہ ہر علاقہ کے لوگ باآسانی عدالت سے رجوع کر سکیں اور انہیں سہل، سستے اور بروقت انصاف کے حصول میں کوئی دشواری نہ آئے۔

۶۔ اختیار سماعت بلحاظ محل وقوع عدالت

فقہاء اسلام نے محل وقوع کے لحاظ سے عدالتوں کے اختیار سماعت کے تحدید و تعین کو ”اختصاص مکانی القاضی“ کے عنوان سے زیر بحث لاتے ہوئے حاکم مجاز کے لیے یہ ضروری قرار دیا ہے کہ وہ عدالتی فرائض کی بجا آوری کے لیے کسی ایسی جگہ کی تحدید و تعین کرے جو معروف و معین اور عام لوگوں کے لیے قابل رسائی ہو۔ (۵۳) حضور اکرم ﷺ کے بعد حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے ادوار خلافت میں عدالتی کارروائیوں کے لیے کوئی خاص جگہ مختص نہیں ہوتی تھی بلکہ اس فریضہ کی بجا آوری کے لیے ایسے مقامات متعین کیے جاتے تھے جیسے مساجد، بازاروں، گزرگاہوں، عام راستوں، اپنی رہائش گاہوں اور کسی بھی دوسری ایسی جگہ کو عدالتی مقاصد کے لیے استعمال میں لاتے تھے جو اپنے موقع و محل کے اعتبار سے مناسب، فریضین کی رسائی کے لحاظ سے آسان ہو۔ عدالتی کارروائیوں کے لیے ایک خاص جگہ و مقام کو مخصوص کرنے کا آغاز خلیفہ ثالث حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں ہوا اور پھر بعد کے ادوار میں کسی اعتراض و مخالفت کے باوجود اس پر عمل ہوتا رہا۔ (۵۴) عدالتی کارروائیوں کے لیے حاکم مجاز کی طرف سے مخصوص جگہوں اور مقامات کے تعین کے بعد ان معروف جگہوں کے علاوہ ایسی کارروائیوں کا جواز باقی نہ رہا۔ چنانچہ فقہاء اسلام نے عدالتی فیصلوں کے درست ہونے کے

لیے یہ ضروری قرار دیا کہ ایسا فیصلہ عدالتی مقاصد کے لیے محدود و معین مقام سے صادر ہوا ہو بلکہ بعض فقہاء نے تو اسے ارکان قضاء میں شمار کرتے ہوئے حاکم مجاز کی طرف سے عدالتی مقاصد کے لیے مقرر و معین جگہ کے علاوہ صادر ہونے والے فیصلے کو ہی باطل قرار دیا۔ علامہ ابوالحسن المارودی فرماتے ہیں: ”اگر قاضی کا اختیار سماعت اس کے گھر یا مسجد کے لیے متعین کیا گیا ہو تو اپنے گھر اور مسجد کے علاوہ کسی جگہ یہ ذمہ داری نبھانا اس کے لیے جائز نہیں ہوگا“ (۵۵)

فقہاء اسلام نے عدالت کی عظمت و تقدس کے تحفظ اور انصاف کے حصول کے لیے عدالت سے رجوع کرنے والوں کے آرام و سہولت کی خاطر یہ امر مستحسن قرار دیا ہے کہ عدالت شہر کے وسط میں کسی نمایاں جگہ پر ہو، شور و غل اور زمانے کی ہنگامہ خیزیوں سے دور ہو، وسیع و عریض ہو، عدالت میں قاضی کے بیٹھنے کی جگہ اونچی و نمایاں ہو اور اس کا محل جلوس شاندار اور بارعب ہو۔ (۵۶)

۷۔ اختیار سماعت بلحاظ اوقات

فقہاء اسلام نے اوقات کے لحاظ سے عدالتوں کے اختیار سماعت کی تحدید کو ”اختصاص زمانی“ کا نام دیتے ہوئے حاکم مجاز کے لیے یہ جائز قرار دیا ہے کہ وہ اوقات کے اعتبار سے عدالتوں کے اختیار سماعت کا تحدید و تعین کرے۔ جیسے گھنٹوں، دنوں، ہفتوں، مہینوں یا سالوں کے تحدید و تعین کے ساتھ عدالتوں کا اختیار سماعت مقرر کر دے اور یا ہفتے کے بعض خاص دنوں، مہینے کے بعض خاص ایام یا سال کے بعض خاص مہینوں کی تحدید و تعین کے ساتھ عدالتوں کا اختیار سماعت مقرر کر دے۔ ایسی صورت میں عدالت کا اختیار سماعت صرف اس عرصے تک محدود ہوگا جس کے لیے وہ قائم کی گئی ہے۔ اور مقررہ مدت سے قبل یا اس سے بعد اسے مقدمات کی سماعت کا اختیار نہیں ہوگا اور نہ ہی اس طرح صادر ہونے والا فیصلہ قابل نفاذ ہوگا۔ (۵۷) علامہ علاء الدین الطرابلسی (۵۸) فرماتے ہیں: ”اوقات کے لحاظ سے عدالتوں کے اختیار سماعت کا تعین جائز ہے۔ چنانچہ کسی کو مہینوں یا دنوں کے تحدید و تعین کے ساتھ قاضی مقرر کیا جا سکتا ہے اور ایسی صورت میں وہ مقرر کردہ مدت کے دوران ہی اپنے فرائض سرانجام دے سکے گا“ (۵۹)۔

علامہ ابوالحسن المارودی لکھتے ہیں: ”اگر قاضی کے لیے کوئی خاص دن مقرر کر دیا گیا ہو تو اس کے لیے اس کی پابندی لازمی ہوگی اور مقرر کردہ دن کے علاوہ اس کا کوئی فیصلہ قابل نفاذ نہیں ہوگا“ (۶۰)۔ بلکہ بعض فقہاء نے اس امر کو مستحسن قرار دیا ہے کہ قاضی کے اختیار سماعت کی مدت پہلے سے مقرر و معین ہونی چاہئے اور اس مدت کے اختتام پر اسے خاص مدت تک درس و تدریس کی

طرف رجوع کرنا چاہئے اور اس کے بعد ہی دوبارہ اپنے منصفی فرائض سرانجام دینے چاہئیں تاکہ وہ حاصل شدہ علم کو بھول نہ بیٹھے اور جاہلوں کی طرح لوگوں کے درمیان فیصلے کرنے کا مرتکب نہ ہو۔ چنانچہ ”لسان الحکام“ کی عبارت ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ: ”ایک سال سے زائد مدت کے لیے کسی کو قاضی مقرر نہ کیا جائے چونکہ اس طرح وہ حاصل شدہ علم بھول جائے گا اور اس سے قاضی کے فیصلے متاثر ہوں گے۔ لہذا ہر سال کے بعد اسے علمی صلاحیت کی تجدید کے لیے بھیجنے کے بعد دوبارہ اپنی منصفی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو پانے کا حکم دیا جانا چاہئے“ (۶۲)۔

فقہاء کرام نے بالخصوص عورتوں کے مقدمات کی سماعت کے لیے ایام کے تحدید و تعین کو مستحسن قرار دیا ہے اور اس کی یہ توجیہ کی ہے کہ ایسا کرنے سے جہاں اختلاط مرد و زن کے بارے میں اسلامی شریعت کے احکام پورے ہو سکیں گے وہاں عورتوں کو ایسا سازگار ماحول بھی موثر آسکے گا جس میں ان کا فطری شرم و حیا اپنے مقدمات کی بہتر طور پر پیروی میں ان کے لیے رکاوٹ نہیں بن پائے گا۔ علامہ ابوالحسن ماوردی فرماتے ہیں: ”قاضی کے لیے یہ امر زیادہ مناسب ہے کہ وہ عورتوں اور مردوں کے مقدمات کو اکٹھا نہ سنے بلکہ ہر دو مقدمات کے لیے الگ الگ اوقات کا تعین کرے نیز ایسے مقدمات جن کے فریقین ہر دو اجناس سے ہوں میں ان مردوں کی عدالت میں موجودگی کی حوصلہ شکنی ہونی چاہئے جن کی عدم موجودگی سے مقدمے کی کارروائی پر کوئی اثر نہ پڑتا ہو“ (۶۳)۔

فقہاء اسلام نے وقف، وراثت اور اس طرح کے دیگر ایسے مقدمات جن کی سماعت کے لیے اوقات کا تحدید و تعین مفاد عامہ کے خلاف ہو اور ایسے مقدمات جن میں داد رسی کے لیے ان مقدمات کے ضمن میں مقرر و معین اوقات میں عدالت سے رجوع کو معقول شرعی جواز کے ساتھ ثابت کیا جاسکے کو بلحاظ اوقات عدالتوں کے اختیار سماعت کے اس تحدید و تعین سے مستثنیٰ رکھنے کو مستحسن ٹھہرایا ہے۔ (۶۴)

۸۔ اختیار سماعت بلحاظ تقلید مسلکی

فقہاء احناف (۶۵) اور مالکیہ کے ہاں راجح قول کے مطابق (۶۶) منصب قضاء کی اہلیت کے لیے اجتہاد شرط نہیں بلکہ کسی مقلد کو بھی یہ منصب تفویض کیا جاسکتا ہے، تاہم اجتہاد کی صلاحیت کے حامل کی دستیابی کی صورت میں اسے مقلد پر ترجیح حاصل ہوگی۔ چونکہ ان فقہاء کرام کے نزدیک مختلف فقہی مسالک میں سے کسی مسلک کے مقلد کو بھی یہ ذمہ داری تفویض کرنا درست ہے۔ لہذا ان کے نزدیک حاکم مجاز کے لیے مسلکی لحاظ سے عدالتوں کے اختیار سماعت کا تحدید و تعین کرنا بھی جائز

ہوگا۔ جیسے وہ عدالتوں کو حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی یا جعفری میں سے کسی بھی فقہ کی آراء کا پابند کر دے تو ایسی صورت میں عدالت اپنی کارروائیوں میں متعلقہ مسلک کی آراء کی پابند ہوگی اور ان کی خلاف ورزی پر مبنی عدالتی فیصلہ قابل نفاذ نہیں ہوگا۔

فقہاء شافعیہ (۶۷) اور حنابلہ (۶۸) قاضی کے منصب پر تقرری کی اہلیت کے لیے اجتہاد کو شرط قرار دیتے ہیں اور ان فقہاء کے نزدیک اس منصب پر اجتہادی صلاحیت کے حامل کے علاوہ کسی کی تقرری عمل میں نہیں لائی جاسکتی۔ چونکہ ان فقہاء کرام کے نزدیک مختلف فقہی مسلک میں سے کسی مسلک کے مقلد کو یہ ذمہ داری تفویض کرنا درست نہیں، لہذا ان کے نزدیک مسلکی لحاظ سے عدالتوں کے اختیار سماعت کا تحدید و تعیین بھی درست نہیں ہوگا۔

میری رائے میں احناف اور مالکیہ کا مسلک موجودہ دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ اور شریعت مطہرہ کی روح کے قریب تر ہے۔ لہذا اس کے مطابق حاکم مجاز کے لیے عدالتوں کا اختیار سماعت کسی خاص فقہی مسلک کی آراء تک محدود رکھنا بھی جائز ہوگا۔ مشہور شافعیہ فقہیہ و قاضی علامہ ابی الدم الحوی کی قاضی کے منصب کے لیے اجتہاد کی شرط پر مفصل بحث کے بعد یہ تحریر انتہائی فکر انگیز ہے۔ وہ فرماتے ہیں: ”اس ساری بحث کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اجتہاد کی شرط اس دور میں تو درست تھی جب کہ کوئی بھی علاقہ ایسے صالح شخص مجتہدین سے خالی نہیں تھا جو قضاء اور افتاء کے اہل ہوتے تھے لیکن جہاں تک ہمارے دور کا تعلق ہے تو اب چونکہ اس قسم کے لوگ ناپید ہیں، اس لیے ہمارے لیے اس کے بغیر کوئی چارہ کار ہی نہیں کہ ہم اس قول کو ہی قابل ترجیح سمجھیں کہ جس کی رو سے کسی امام کے پیروکار کو اپنے امام کے مذہب کے بارے میں علم رکھنے کی صورت میں اسے قضاء کا منصب سپرد کیا جاسکتا ہے۔ عالم ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنے مذہب کے ائمہ کے اقوال اور نصوص کے غالب حصہ کو سمجھتا ہو، ذہین و فطین ہو، صحیح تفکر اور فطرت سلیمہ کا مالک ہو، اپنے مذہب کے مرجوح اقوال کی نسبت درست اقوال کا زیادہ علم رکھتا ہو، اپنے ائمہ کے اقوال کو جانتا ہو، اپنے مذہب میں نقل شدہ عبارات سے درست سمجھ آنے والا مفہوم سمجھنے کی اہلیت و صلاحیت رکھتا ہو، قیاس کا ملکہ حاصل ہو اور فہم و فراست کا مالک ہو، دلائل کی پہچان کر سکتا ہو اور ان کی صحیح ترتیب اور مختلف احکام کی پرکھ ان دلائل کی روشنی میں کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ چنانچہ ہمارے زمانے میں مذکورہ صفات کے حامل کو قضاء کا منصب سپرد کرنا جائز ہوگا اور ایسے شخص کے قاضی کے منصب کے لیے اہل ہونے، اس کے حکم کے نافذ اور فتوے کے قبول ہونے کا قول ہی خصوصاً اس دور میں جب کہ ان صفات کا حامل تلاش کرنا بھی مشکل ہو رہا ہے، قابل ترجیح ہوگا“ (۶۹)۔

اس ساری بحث سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ اسلام عدالتوں کے اختیار سماعت کے تحدید و تعین کو ایک ایسا انتظامی معاملہ سمجھتا ہے جس میں زمان و مکان کی بدلتی ہوئی ضرورتوں کے مطابق توسیع و تطور کی وسیع گنجائش ہے۔ اس میں نہ تو زمانہ ماضی میں اپنائی جانے والی ہیئت کی مشابہت لازم ہے اور نہ ہی مختلف اسلامی ممالک کے حالات اور ضروریات میں تفاوت و تباین کے باوجود اختیار سماعت کے لحاظ سے مماثل عدالتوں کا قیام ضروری ہے۔ خلافت عثمانیہ کے دوران اسلامی ریاست میں ایک عرصہ تک نافذ رہنے والے اسلامی قانون کے مدون مجموعے ”مجلۃ الاحکام الشرعیہ“ کی دفعہ ۱۸۰۱ کی اس عبارت سے عدالتوں کے اختیار سماعت کے تحدید و تعین کے بارے میں اسلامی قانون کا اصولی موقف یوں واضح ہوتا ہے:

”قضات زمانہ، مقام اور بعض خصوصیات کے استثناء کے قیود سے مقید ہوتی ہے۔ مثلاً ایک حاکم کو ایک سال کے لیے مامور کیا جاتا ہے وہ صرف اس سال کے اندر ہی فیصلے کر سکتا ہے، اس کو یہ اختیار حاصل نہیں کہ اس سال سے پہلے یا اس کے بعد بھی فیصلے کرے۔ حاکم ایک مخصوص علاقے کا حاکم ہو تو وہ ان حدود کے اندر مختلف مقدموں کے فیصلے کرے گا، اس کے علاقے سے باہر کا کوئی مقدمہ وہ نہیں سن سکتا۔ اسی طرح حاکم ایک معین محکمہ میں مامور ہوتا ہے وہ صرف اسی محکمہ میں متعلقہ مقدمات سن سکتا ہے۔ اسے یہ حق حاصل نہیں کہ اس محکمہ کے علاوہ کسی اور مقام پر فیصلے سنے اور فیصلے کرے۔“

اسی طرح اگر حکم سلطانی صادر ہو کہ فلاں چیز کے متعلق کوئی دعویٰ نہ سنا جائے اسی میں مصلحت عامہ ہے تو حاکم کو اس قسم کے دعویٰ سننے کا اختیار حاصل نہیں ہوگا اور نہ کوئی حکم دے سکے گا۔ بعض معین مقدمات کے لیے بھی حاکم مقرر کیے جاتے ہیں۔ انہیں اس خاص مقدمہ کے سوا کوئی اور مقدمہ نہیں سنا چاہئے، وہ صرف وہی مقدمہ سنیں گے اور فیصلہ کریں گے جس کے لیے ان کو مقرر کیا گیا ہے۔ اسی طرح اگر حکم سلطانی صادر ہو کہ کسی خاص مجتہد کی رائے مصلحت وقت کے مطابق اور لوگوں کی حالت کے موافق ہے تو حاکم کو یہ اختیار حاصل نہیں کہ اس مجتہد کی رائے کو چھوڑ کر کسی دوسرے مجتہد کی رائے پر جو اس کے منافی ہو، فیصلہ کرے۔ اگر حاکم نے ایسا کیا تو اس کا فیصلہ نافذ نہیں ہوگا، (۷۰)۔

حواشی و حوالہ جات

- ۱- لفظ "اختصاص" کے لغوی مفہوم کے لیے دیکھئے: مجدالدین محمد بن یعقوب الفیروز آبادی: القاموس المحيط، ج ۲ ص ۳۱۲ (مطبوعہ مصطفیٰ اٹکلی۔ مصر، ۱۳۷۱ھ) احمد بن محمد بن علی المقرئ الفیومی: المصباح المنیر فی غریب الشرح الكبير ج ۱، ص ۱۷۱ (المطبعة العلمية بیروت)۔
- ۲- آل عمران، ۷۴
- ۳- تفصیل کے لیے دیکھئے: البخاری، کتاب الصلوة، حدیث ۴۳۸۔
- ۴- جیسے "لیلة القدر" کو فضیلت عطا ہوئی۔ دیکھئے: سورة القدر، ۱-۵
- ۵- تفصیل کے لیے دیکھئے: البخاری، کتاب فصل الصلوة فی مسجد مکة والمدینة، حدیث ۱۱۸۹۔
- ۶- تفصیل کے لیے دیکھئے: ابن قیم الجوزیة: زاد المعاد فی ہدی خیر العباد۔ جلد ۱ ص ۴۲ (موسسة الرسالة، بیروت)
- ۷- دیکھئے: علاء الدین ابوالحسن علی بن غلیل الطرابلسی: معین الحکام فیما یتردد بین الخصمین من الاحکام ص ۴۰ (مطبوعہ مصطفیٰ اٹکلی بمصر، الطبعة الثانية ۱۳۹۳ھ)، محمد بن احمد بن محمد بن رشد القرطبی: بداية المجتهد ونهاية المقتصد ج ۲ ص ۳۸۲ (مطبوعہ مصطفیٰ اٹکلی بمصر، الطبعة الثانية ۱۳۲۷ھ)، ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی: ادب القاضی ج ۱، ص ۱۶۶، (مطبوعہ العالی بغداد، ۱۳۹۲ھ، تحقیق الدكتور محی ہلال السرحان)۔
- ۸- ان کا پورا نام عقبہ بن عامر بن عیسیٰ الجبلی ہے۔ جلیل القدر صحابہ میں شمار ہوتے تھے اور کچھ عرصہ تک مصر کے گورنر بھی رہے۔ ۵۸ھ میں وفات پائی۔ دیکھئے: شہاب الدین ابوالفضل احمد بن علی بن حجر العسقلانی: تہذیب التہذیب ج ۳، ص ۱۲۳-۱۲۴ (مطبوعہ مجلس دائرة المعارف النظامية حیدرآباد-۱۳۲۶ھ)۔
- ۹- حدیث کی روایت کے لیے دیکھئے: علی بن الدار قطنی: سنن الدار قطنی، ج ۳، ص ۲۰۳ (دارالحیاء للطباعة بالقاهرة ۱۳۸۶ھ)۔
- ۱۰- ان کا پورا نام عمرو بن العاص بن وائل السہمی القرشی اور کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ ۸ھ میں مشرف بہ اسلام ہوئے اور ۲۳ھ میں وفات پائی۔ دیکھئے: ابو عمر یوسف بن عمر بن عبد البر التمری القرطبی: الاستیعاب فی معرفة الاصحاب ۱۹۳۱، (مطبوعہ مہمۃ مصر، القاہرہ، تحقیق: علی محمد البجاوی)، ابوالفضل احمد بن علی بن حجر العسقلانی: الاصابة فی تمییز الصحابة ت: ۵۸۸۳ (دارالکتب العربی بیروت ۱۳۵۹ھ)، تہذیب التہذیب ج ۸، ص ۵۷-۵۷۔
- ۱۱- حدیث کی روایت کے لیے دیکھئے: صحیح البخاری کتاب الاعتصام باب اجر الحاکم اذا اجتهد فاصاب او اخطا رقم الحدیث: ۷۳۵۲، صحیح مسلم کتاب الاقضية باب اجر الحاکم اذا اجتهد فاصاب او اخطا رقم الحدیث ۱۷۱۶، سنن ابی داؤد کتاب الاقضية باب طلب القضاء رقم الحدیث ۳۵۷۷۔
- ۱۲- دیکھئے: الامام محمد بن سعد بن منیع البصری الشیبی: ابن سعد: الطبقات الكبرى ج ۵، ص ۵۵۳ (دارصادر بیروت ۱۳۷۷ھ)۔

- ۱۳۔ ان کا پورا نام زید بن حارثہ بن شراحیل الکلبی اور کنیت ابو اسامہ تھی۔ ام المومنین حضرت خدیجہؓ نے اپنی شادی کے موقع پر آپ کو حضورؐ کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ قرآن مجید کی آیت (ادعوہم لآبائہم) کے نزول تک لوگ آپ کو زید بن محمدؐ کہہ کر پکارتے تھے۔ حضور اکرم ﷺ آپ سے محبت کرتے تھے۔ آپ نے ۸ھ میں موتہ کے غزوہ میں شہادت پائی۔ دیکھئے: الاستیعاب، ت: ۸۲۳، الاصابہ، ت: ۲۸۹۔
- ۱۴۔ ان کا پورا نام جعفرؓ بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم تھا۔ حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کے حقیقی اور حضور اکرم ﷺ کے پچازاد بھائی تھے۔ غزوہ موتہ میں جب آپ نے شہادت پائی تو آپ کے جسم پر تیروں اور تلواروں کے نوے زخم تھے۔ آپؓ کے بارے میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ”میں نے جعفرؓ کو جنت میں فرشتوں کے ساتھ پرواز کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ دیکھئے: الاستیعاب، ت: ۳۲۷، الاصابہ، ت: ۱۱۶۶۔
- ۱۵۔ آپ کا پورا نام عبداللہؓ بن رواحہ بن ثعلبہ بن امرؤ القیس الانصاری الخزرجی تھا۔ بیعت عقبہ الثانیہ کے شرکاء اور ان شعراء میں سے تھے جو اپنے اشعار سے اسلام اور نبی اسلام کا موثر دفاع کرتے تھے۔ آپ نے بھی ۸ھ میں موتہ کے معرکے میں شہادت پائی۔ دیکھئے: الاستیعاب، ت: ۱۵۳۰، تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۲۱۲۔
- ۱۶۔ حدیث کے لیے دیکھئے: صحیح البخاری، کتاب المغازی باب غزوة الموتة من ارض الشام، رقم الحدیث: ۳۲۶۱۔
- ۱۷۔ حدیث کی روایت کے لیے دیکھئے: سنن ابو داؤد، کتاب الاقصیہ، حدیث: ۳۵۸۲، الترمذی، کتاب الاحکام، حدیث: ۱۲۳۱ (امام ترمذی روایت کے بعد اسے صحیح حدیث قرار دیتے ہیں)۔
- ۱۸۔ ان کا پورا نام معاذؓ بن جبل الانصاری اور کنیت ابو عبدالرحمن تھی۔ غزوہ تبوک کے بعد آپ کو یمن میں قضاء کی ذمہ داری تفویض ہوئی۔ آپ کی وفات ۱۸ھ میں ہوئی۔ دیکھئے: الاستیعاب، ت: ۲۲۱۶، الاصابہ، ت: ۸۰۳۹، تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۱۸۸-۱۸۶۔
- ۱۹۔ ان کا نام عبداللہؓ بن قیس بن سلیم بن حضار بن حرب اور کنیت ابو موسیٰ تھی۔ اپنے قبیلہ سے نسبت کے طور پر اشعری کہلاتے تھے۔ حضور اکرم ﷺ اور پھر خلیفہ ثانی حضرت عمر بن الخطاب کے دور میں بھی قضاء کی ذمہ داری پر مامور رہے۔ آپ کی وفات ۲۳ھ میں ہوئی۔ دیکھئے: الاستیعاب، ت: ۱۶۳۹، الاصابہ، ت: ۲۸۸۹، تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۳۶۲۔
- ۲۰۔ ان کا نام عتابؓ بن اسید ابی العیص الاموی اور کنیت ابو محمد تھی۔ آپ کو غزوہ حنین پر روانگی کے وقت مکہ میں قضاء کی ذمہ داری تفویض کی گئی اور ۱۳ھ میں اپنی وفات تک اس منصب پر فائز رہے۔ دیکھئے: الاستیعاب، ت: ۱۷۵۶، الاصابہ، ت: ۵۳۹۳، تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۸۹۔
- ۲۱۔ ان کا نام عبداللہؓ بن مسعود الہزلی اور کنیت ابو عبدالرحمن تھی، آپ کو سفر و حضر میں حضور اکرم ﷺ کی رفاقت اور مکہ مکرمہ میں سب سے پہلے جہا قرآن مجید کی تلاوت کا شرف حاصل ہے۔ آپ کی وفات ۳۵ھ میں ہوئی۔ دیکھئے: الاستیعاب، ت: ۱۶۵، الاصابہ، ت: ۳۹۵۳، تہذیب التہذیب، ج ۲ ص ۲۷۔
- ۲۲۔ ان کا نام زیدؓ بن ثابت تھا اور اپنے قبیلہ کے ساتھ نسبت کے طور پر انصاری کہلاتے تھے۔ کاتبین وحی میں سے تھے۔ خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ اور خلیفہ سوم حضرت عثمان غنیؓ کے ادوار میں قرآن کریم کے جمع و

تدوین کا فریضہ بھی آپ کو سونپا گیا۔ دیکھئے: الاستیعاب، ت: ۸۴، الاصابہ، ت: ۳۸۸۰، تہذیب التہذیب ج ۳، ص ۳۹۹۔

۲۳۔ ان کا نام 'معتقل' بن یار بن عبداللہ بن حمیر المدنی اور کنیت ابوعلی تھی۔ ۶۰ و ۷۰ھ کے درمیان بصرہ میں وفات پائی اور وہاں پر نہر معتقل کے نام سے ایک نہر کی کھدائی بھی آپ ہی سے منسوب ہے۔ دیکھئے: تہذیب التہذیب ج ۱۰، ص ۳۳۶-۳۳۵۔

۲۴۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: محمد امین عابدین الشمیر با بن عابدین: رد المحتار علی الدر المختار للحصکفی، ج ۵، ص ۳۱۹ (مطبوعہ مصطفیٰ الحلی بالقاہرہ، الطبعة الثانیہ ۱۳۸۶ھ)، محمد بن احمد بن عرفہ الدسوقی: حاشیہ الدسوقی علی الشرح الكبير للدردیر ج ۴، ص ۱۲۰-۱۱۹ (دارالفکر بیروت، لبنان) ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی: ادب القاضی، ج ۱ ص ۱۷۴-۱۷۳ (مطبوعہ الثانی بغداد ۱۳۹۲ھ، تحقیق الدكتور محی ہلال السرحان)، ابواسحاق ابراہیم بن عبداللہ المعروف بابن ابی الدم الحموی: ادب القضاء ص ۵۵ (مجمع اللغة العربية دمشق ۱۳۹۵ھ، تحقیق الدكتور محمد مصطفیٰ الزحیلی)، عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ المقدسی: المغنی علی مختصر الخرقی، ج ۹ ص ۱۰۵ (مطبوعہ دارالمنار الطبعة الثالثہ ۱۳۶۷ھ)۔

۲۵۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: دكتور عبدالرحمن بن عبدالعزيز القاسم: النظام القضای الاسلامی مقارنا بالنظم الوضیعة و تطبیقه فی المملكة العربية السعودية، ص ۵۳۵ (الطبعة الاولی ۱۳۹۳ھ)۔

۲۶۔ ان کا نام علی بن محمد بن حبیب ابوالحسن الماوردی تھا۔ شافعی مسلک کے بلند پایہ فقیہ، امام اور صدر اسلام کے مشہور قضاة میں سے تھے۔ آپ کی تصانیف میں "الحاوی"، "ادب القاضی" اور "الاحکام السلطانیة و سياسة الملك" نے بہت شہرت پائی۔ دیکھئے: طبقات الفقہاء، ص ۱۱۰، ابوالفلاح عبدالرحمن بن العماد الحسینی: شجرات الذهب فی اخبار من ذهب ج ۳ ص ۲۸۶-۲۸۵ (مطابع دارالسراج بیروت)۔

۲۷۔ دیکھئے: ادب القاضی ج ۱ ص ۱۷۲۔

۲۸۔ ان کا نام ابو عبداللہ شمس الدین محمد بن ابوبکر بن ایوب الدمشقی تھا اور ابن قیم الجوزیہ کے لقب سے مشہور تھے۔ بہت بلند پایہ فقیہ، اصولی اور مجتہد تھے۔ ان کی تصانیف میں سے اعلام الموقعین عن رب العالمین، الروح، زاد المعاد فی ہدی خیر العباد، مفتاح دارالسعادة، الطرق الحکمیة نے بہت شہرت پائی۔ دیکھئے: زین الدین ابوالفرج عبدالرحمان بن احمد بن رجب الحسینی: الدلیل علی طبقات الحنابلة ج ۲ ص ۳۵۰-۳۴۷ (مطبوعہ النسخة الحمیدیة القاہرہ ۱۹۵۲ء)، شجرات الذهب ج ۶ ص ۱۷۰-۱۶۸۔

۲۹۔ الطرق الحکمیة فی السياسة الشرعية ص ۳۱۸-۳۱۷ (مطبوعہ المدنی القاہرہ ۱۳۹۸ھ، تحقیق الدكتور محمد جمیل غازی)۔

۳۰۔ احمد الدرریر: الشرح الكبير علی مختصر خلیل ج ۲ ص ۲۸۷ (دارالفکر، بیروت، لبنان)۔

۳۱۔ دیکھئے: معین الحکام للطرابلسی، ص ۱۲۔

۳۲۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: طائر التاکی: نظام الحکم فی الشریعة والتاریخ ص ۲۶۶ (دارالفکر بیروت ۱۳۹۶ھ)

- ۳۳۔ ان کا نام محمد بن عبداللہ الخرشنی اور کنیت ابو عبداللہ تھی۔ بلند پایہ مالکی فقیہ تھے۔ ۱۰۱۰ھ میں پیدا اور ۱۱۰۲ھ میں وفات پائی۔ دیکھئے: الاعلام ج ۷، ص ۱۱۸
- ۳۴۔ دیکھئے: شرح الخرشنی علی مختصر خلیل ج ۷ ص ۱۲۲ (دارصادر بیروت ۱۳۱۸ھ)۔
- ۳۵۔ ان کا نام موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ الحسینی تھا۔ فقہ، اصول، نحو و صرف اور وراعت کے علوم میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ آپ کی تصانیف میں المغنی، الکافی اور المقنع مشہور ہیں۔ آپ نے ۶۲۰ھ میں وفات پائی۔ دیکھئے: زین الدین ابوالفرج عبدالرحمن بن احمد بن رجب الحسینی: الذیل علی الطبقات الحنابلہ ج ۲ ص ۱۳۳ (مطبوعہ المنۃ الحمدیہ القاہرہ ۱۹۵۲) شجرات الذهب فی اخبار من ذهب ج ۵ ص ۸۸۔
- ۳۶۔ دیکھئے: المغنی علی مختصر الخرقفی ج ۱۳ ص ۹۰
- ۳۷۔ ان کا نام زبیر بن احمد بن سلیمان بن عبداللہ الزبیری تھا۔ جلیل القدر صحابی حضرت زبیرؓ بن العوام کی نسل میں سے تھے۔ شافعی مسلک کے بلند پایہ فقہاء میں شمار ہوتے تھے۔ علامہ ابوالحسن الماوردی اپنی تصانیف میں انہیں ”شیخ اصحابنا“ کے طور پر ذکر کرتے ہیں۔ ان کی تصانیف میں الکافی، الہدایہ اور الامارہ مشہور ہیں۔ انہوں نے ۳۱۷ھ میں وفات پائی۔ دیکھئے: طبقات الفقہاء للشیرازی ص ۸۸، جمال الدین عبدالرحیم الاسنوی: طبقات الشافعیہ ج ۱ ص ۶۰۷-۶۰۶ (دارالعلوم للطباعت والنشر ۱۰۳۱ھ تحقیق عبداللہ الجوری) ادب القاضی ج ۱ ص ۱۷۳۔
- ۳۸۔ دیکھئے: ادب القاضی ج ۱، ص ۱۷۳
- ۳۹۔ دیکھئے: المغنی ج ۹، ص ۱۰۵
- ۴۰۔ دیکھئے: معین الحکام ص ۱۲
- ۴۱۔ جنگ احد کے موقع پر یہود بنو قریظ کی بڑبھدی کے مقدمہ میں تفسیر کے لیے حضور اکرم ﷺ نے حضرت سعدؓ بن معاذ کو مامور فرمایا تھا۔ حضرت ابوسعیدؓ الخدری سے مروی اس متفق علیہ حدیث کی روایت کے لیے دیکھئے: صحیح مسلم کتاب الجہاد والسیر باب جواز قتال من نقض العهد حدیث: ۱۷۶۸۔
- ۴۲۔ دیکھئے: ابو ولید ابراہیم محمد المعروف بابن شحر الحلی: لسان الحکام فی معرفۃ الاحکام مطبوع مع معین الحکام ص ۲۲۲ (مطبوعہ مصطفیٰ الحلی مصر الطبعة الثانیہ ۱۳۹۳ھ)۔
- ۴۳۔ دیکھئے: ردالمحتار علی الدرالمختار للحصکفی ج ۵، ص ۱۲۰، ۱۹۹، ادب القاضی للماوردی ج ۱ ص ۱۵۶-۱۵۵، ابوالحسن بن محمد بن حبیب الماوردی: لاحکام السلطانیة والولايات الدینیة ص ۷۲-۷۳ (مطبوعہ مصطفیٰ الحلی بمصر الطبعة الاولى ۱۳۸۰ھ)، ادب القضاء للحموی ص ۵۵-۵۳، شمس الدین محمد بن احمد الشربینی الخطیب: مغنی المحتاج الی معرفة الفاظ المنہاج ج ۲ ص ۳۷۹ (دارالفکر بیروت)، المغنی لابن قدامہ ج ۹، ص ۱۰۵۔
- ۴۴۔ دیکھئے: ادب القاضی للماوردی ج ۱ ص ۱۳۱۔
- ۴۵۔ ان کا نام عامرؓ بن عبداللہ بن الجراح بن ہلال الفہری القرظی اور کنیت ابو عبیدہ تھی، عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ خلیفہ ثالث حضرت عمرؓ نے شام کی طرف بھیجے جانے والے اسلامی لشکر کا سپہ سالار آپ ہی کو مقرر فرمایا تھا۔ آپ نے ۱۸ھ میں وفات پائی۔

- ۳۶۔ حدیث کی روایت کے لیے دیکھئے: صحیح البخاری حدیث ۱۷۴۵۔
- ۳۷۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: الترمذی کتاب الاحکام، حدیث ۱۳۲۸-۱۳۲۷، ابوداؤد، کتاب الاقضية، حدیث ۳۵۹۳-۳۵۹۴، سنن الدارقطنی ج ۴، ص ۲۰۳ تا ۲۰۹ (دارالحاجن للطباعة بالقاهرہ ۱۳۸۶ھ)، کنز العمال ج ۵، ص ۸۰۲ (مکتبۃ التراث الاسلامی حلب، الطبعة الاولى ۱۳۹۰ھ)۔
- ۳۸۔ دیکھئے: ادب القضاء للحموی، ص ۵۵-۵۶، الاحکام السلطانیہ للماوردی ص ۷۲ وبعده۔
- ۳۹۔ دیکھئے: ادب القاضی ج ۱ ص ۱۵۴۔
- ۵۰۔ دیکھئے: الاحکام السلطانیہ ص ۷۲-۷۳۔
- ۵۱۔ دیکھئے: المغنی ج ۹ ص ۱۰۵۔
- ۵۲۔ دیکھئے: ابی النجاشی الدین مویٰ الجبالی المقدسی: الاقناع فی فقہ الامام احمد بن حنبل ج ۴ ص ۳۶۶ (المطبعة المصریہ بالازہر ۱۳۵۱ھ)۔
- ۵۳۔ دیکھئے: ابویعلیٰ محمد بن الحسن الفراء: الاحکام السلطانیہ ص ۶۹ (مطبعة مصطفیٰ الخلیفی بمصر الطبعة الثانیہ ۱۳۸۶ھ)۔
- ۵۴۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: ابو محمد حسام الدین عمر بن عبدالعزیز بن مازہ البخاری المعروف بالحسام الشہید: شرح ادب القاضی للخصاف ج ۱، ص ۳۱۰ (مطبعة الارشاد بغداد الطبعة الاولى ۱۳۹۸ھ، تحقیق الدكتور محی ہلال السرحان)۔
- ۵۵۔ الاحکام السلطانیہ، ص ۷۳۔
- ۵۶۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: ادب القضاء لابن ابی الدم الحموی ص ۵۸۔
- ۵۷۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: معین الاحکام ص ۱۲-۱۳، حاشیہ ابن عابدین ج ۵، ص ۳۱۹۔ شیخ نظام: الفتاویٰ العالمگیریہ المعروفہ بالفتاویٰ الہندیہ ج ۳ ص ۳۱۵ (المطبعة الامیریہ القاہرہ الطبعة الثانیہ ۱۳۱۰ھ)، ادب القاضی للماوردی ج ۱، ص ۱۶۲، الاحکام السلطانیہ للماوردی ص ۷۳-۷۴، منصور بن یونس بن ادیس الہموئی: کشف القناع عن متن الاقناع ج ۶ ص ۲۹۱ (مکتبۃ النصر الحدیثہ الریاض)۔
- ۵۸۔ ان کا نام علی بن خلیل الطرابلسی ابوالحسن علاء الدین تھا۔ بلند پایہ حنفی فقہاء میں شمار ہوتے ہیں۔ کچھ عرصہ تک فلسطین کے قاضی بھی رہے۔ ان کی تصانیف میں سے معین الاحکام فی ما یتردد بین الخصمین من الاحکام نے بہت شہرت پائی۔ ان کی وفات ۸۴۳ھ میں ہوئی۔ دیکھئے: مصطفیٰ بن عبداللہ الشہید بجاجی خلیفہ: کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون ج ۲ ص ۱۷۵ (وكالة المعرفة ۱۳۲۶ھ)، یوسف الیان سرکیس: معجم المطبوعات العربیة والمعریة ص ۱۲۳۶۔ (دار احیاء التراث العربی للطباعة والنشر، بیروت)
- ۵۹۔ دیکھئے: معین الاحکام ص ۱۴۔
- ۶۰۔ دیکھئے: ادب القاضی، ج ۱ ص ۱۶۴۔
- ۶۱۔ ان کا نام نعمان بن ثابت بن زوطی اور کنیت ابوحنیفہ ہے۔ حنفی مسلک کے امام ہیں۔ بعض جلیل القدر صحابہ جن میں حضرت معقل بن یسار اور حضرت انس شامل ہیں، سے ان کی ملاقات بھی ثابت ہے۔ عباسی خلیفہ منصور نے آپ کو اسلامی ریاست کا قاضی مقرر کرنے کی بھرپور کوشش کی مگر آپ رضامند نہ ہوئے۔ حضرت امام شافعیؒ

کا قول ہے کہ ”لوگ دین کی سمجھ میں آپ کے بچوں جیسے ہیں“، آپ نے ۱۵۰ھ میں وفات پائی۔ دیکھئے: محی الدین ابو عبداللہ عبدالقادر القرشی الحنفی: الجواهر الموضیئة فی طبقات الحنفیة ج ۱ ص ۲۷-۲۶ (مطبوعہ مجلس دائرة المعارف حیدرآباد الہند، الطبعة الاولى ۱۳۳۲ھ)، طبقات الفقہاء للشیرازی ص ۶۷۔

۶۲۔ دیکھئے: لسان الحکام ص ۲۱۹

۶۳۔ دیکھئے: ادب القاضی ج ۲ ص ۲۵۲-۲۵۳

۶۴۔ دیکھئے: ردالمحتار علی الدر المختار ج ۵، ص ۴۲۱-۴۱۹

۶۵۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: فخر الدین بن عثمان بن علی الزلیلی: تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق ج ۳، ص ۱۷۶ (المطبوعہ الامیریہ مصر ۱۳۱۲ھ) علاء الدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی الحنفی: بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع ج ۷، ص ۳ (دارالکتب العربی بیروت الطبعة الثانیہ)۔

۶۶۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: تبصرة الحکام ج ۱، ص ۲۴-۲۵، حاشیة الرسوقی علی الشرح الکبیر ج ۳، ص ۱۱۵۔

۶۷۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: شمس الدین محمد بن ابی العباس احمد بن حمزہ الرلی: نہایة المحتاج الی شرح المنہاج ج ۱، ص ۲۳۸ (مطبوعہ مصطفیٰ الحنفی القاہرہ الطبعة الاخریة)، ادب القاضی للماوردی، ج ۱، ص ۲۳۶، شمس الدین محمد بن احمد الشربینی الخطیب: مغنی المحتاج الی معرفة الفاظ المحتاج، ج ۳، ص ۲۶۳ (مطبوعہ العامرة، الطبعة الاولى)۔

۶۸۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: منصور بن یونس بن ادريس البهوتی: شرح منتهی الارادات ج ۳، ص ۲۶۳ (دارالفکر بیروت)۔

۶۹۔ دیکھئے: ادب القضاء، ص ۳۳۔

۷۰۔ دیکھئے: عبدالقدوس ہاشمی: مجلة الاحکام، ص ۳۲۰ (ناشر، اختر حسن ایڈووکیٹ، کراچی)۔
